OCT 1962

ہفت تماشائے مرزا قتیل

ڈاکٹر محمد عمر صاحب استاذ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

(۵)

اس میں شک نہیں کہ سراوگی فرقے کے لوگ بہت ہی رحمدل اور کم آزار ہوتے ہیں۔ کبھی منہ نہیں دھوتے کلی بھی بہت کم کرتے ہیں۔ چنانچہ ہندوؤں میں مشہور ہے کہ سراوگیوں کے دانتوں میں اتنا میل ہوتا ہے کہ اگر اُسے لفافہ پر لگائیں تو اُسے بند کرنے کے لئے گوند یا لئی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ یہ لوگ دوسرے ہندوؤں کے برخلاف غسل کئے بغیر کھانا کھاتے ہیں اور کھانا کھاتے وقت لباس بھی نہیں اتارتے اور ان دونوں باتوں میں (یعنی کھانے سے پہلے غسل نہ کرنا اور کھانا کھانے کے لئے لباس نہ اُتارنا) پنجابی کھتری اور کشمیری برہمن بھی اسی فرقہ سے مشابہت رکھتے ہیں۔ کھتری دونوں حالتوں میں اور کشمیری صرف کپڑے پہن کر کھانا کھاتے ہیں لیکن بعض کشمیری غسل کی قید کو بھی ملحوظ نہیں رکھتے لیکن کچھ لوگوں نے پنجابی کھتریوں کی طرح پورب کے شہروں میں آکر ہر روز غسل کرنے اور کھانا کھانے کے وقت کپڑے اتار دینے کی عادت ڈال لی ہے۔ بس اتنا ہی فرق ہے کہ کھتری سخت ضرورت میں یا شدید گرمی میں غسل کر لیتا ہے۔ اور سراوگی کسی حال میں بھی بدن نہیں دھوتا۔ اس بارے میں اس فرقے کے پیرو یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ

سیوڑے | بسا اوقات یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ بہت ہی چھوٹے موٹے جاندار، جن کا وجود جزولا یتجزیٰ کی طرح ہی ہوتا ہے، پانی بہانے سے زمین پر گر کر ہلاک ہو جاتے ہیں اور بعض لوگوں کے نزدیک منہ کی بھاپ سے بعض جاندار مر جاتے ہیں۔ اس بنا پر اس فرقے کے کچھ لوگ موٹا کپڑا منہ پر مضبوط باندھ کر چلتے ہیں۔ اس فرقہ کو سیوڑہ کہتے ہیں۔ بہت سے سیوڑوں نے علوم وحکمت کی تحصیل کی ہے

اور یہ لوگ تبحر علمی میں دوسرے ہندوؤں سے بڑھ گئے ہیں۔ بہت سے ہندو اُن کے اقوال کو وجودِ ربانی کے قِدَم اور کائنات کے حدوث کی دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ علامی شیخ ابو الفضل وزیر اکبر بادشاہ نے بھی اکبر نامہ میں سیوڑوں کے قول کو دلیل بنا کر موجودات کی ابتدا کا ذکر کیا ہے لیکن ہمارے زمانے میں یہ لوگ متعلم ہیں اور سود وغیرہ کا روپیہ جمع کرنے کی وجہ سے اچھی نظر سے نہیں دیکھے جاتے۔ سراوگیوں کو اوسوال بھی کہتے ہیں۔ سیوڑہ لوگ شادی نہیں کرتے اور بعض سراوگی بھی جو منہ پر کپڑا نہیں باندھتے، عورت سے پرہیز کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو "جتی" کہا جاتا ہے۔ بلکہ ہندوستان میں اس لفظ کا استعمال اسی معنیٰ میں ہوتا ہے یعنی غیر سراوگی کو بھی جو عورت سے بچتا ہے خواہ ہندو ہو یا مسلمان "جتی" کہہ دیا جاتا ہے۔ اس فرقہ کا اصلی وطن راجپوتوں کے یہی شہر اور اس کے اطراف میں ہے چنانچہ اس گروہ کے کچھ لوگ اپنے آپ کو راجپوت سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ خیال محض پاگل پن ہے۔ یہ سب لوگ دلیش ہیں۔ شریعت سے باہر ہونے کی وجہ سے اگروال جاتی کے لوگ سراوگیوں سے دلی عداوت رکھتے ہیں۔ لیکن بعض لوگوں نے اُن کا مذہب اختیار کر لیا ہے۔ اگروال جاتی کے لوگ پارس ناتھ کی مورتی کو ہاتھی پر بٹھا کر بڑی شان و شوکت کے ساتھ شہر میں گھماتے ہیں۔ . . . . .

پنجابی کھتریوں کے بعد اس فرقے کے مردوں اور عورتوں میں حسن پایا جاتا ہے۔

شنوی | ہندوستان میں ایک جماعت شنوی کہلاتی ہے۔ اُن کی عادت یہ ہے کہ رمضان کے چاند کی پہلی سے لیکر آخری تاریخ تک (پورے مہینے) خوب نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں اور کلام پاک کی تلاوت بھی کرتے ہیں اور رات رات بھر عبادت کرتے رہتے ہیں۔ پانچوں وقت کی نمازیں حنفی سنیوں کے مسلک کے مطابق ادا کرتے ہیں اور ہندو مذہب کے روزے بھی نہیں چھوڑتے اور دونوں کے سوا اس فرقے کے عقائد میں جتنی عبادتیں بھی مقرر ہیں ایک ایک ادا کرتے ہیں۔ ایک طرف تو محرم میں تعزیہ داری کرتے ہیں، فقرا و مساکین کو کھانا کھلاتے اور شربت پلاتے ہیں۔ دوسری طرف کالکا کے سامنے رقص بھی کرتے ہیں۔ متھرا اور بندرابن میں جو ہندوؤں کے تیرتھ استھان ہیں، آرتی بھی سنتے ہیں اور خود بھی گا گا کر اشلوک پڑھتے ہیں۔ کالکا منسا دیوی کی مظہر ایک عورت ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے اور آرتی وہ الفاظ ہیں جو رام اور کنھیا کی مدح میں گائے جاتے ہیں۔ یہ دونوں بشن کے اوتار ہیں۔ اس جماعت کا یہ قاعدہ ہے

کو ضروری امور سے فارغ ہو کر رات کے وقت یہ مدحیہ الفاظ گاتے ہیں اور پیتل کا کوئی برتن، خوانچے کی شکل کا، ہاتھ میں لے کر اسے انگلیوں سے ساز کی طرح بجاتے رہتے ہیں، اس سے گیت میں جان پیدا ہو جاتی ہے۔ تنوی لوگ ہندوؤں کی پیروی میں گائے کے گوشت سے اور مسلمانوں کی تقلید میں سور کے گوشت سے پورا پورا پرہیز کرتے ہیں۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ ان کی ابتدا کہاں سے ہوئی۔ ان کے نام مسلمانوں سے ملتے جلتے ہوتے ہیں۔ راقم الحروف کا یہ گمان ہے کہ مسلمان بادشاہی کے زمانہ میں یہ لوگ جبر کی وجہ سے مسلمان ہوئے ہیں۔ چونکہ ایک ہندو کے مسلمان ہو جانے کے بعد ہندو لوگ اس کو اپنی مجلس طعام میں ہرگز داخل نہیں ہونے دیتے، ایک جگہ کھانا کھانا تو کس حساب میں ہے۔ اس لئے یہ بے چارے مجبوراً مسلمان بنے رہے۔ کیونکہ انھوں نے ہندوؤں میں اپنی کوئی گنجائش نہیں دیکھی۔ شاید انھوں نے دل سے اسلام قبول نہیں کیا تھا، اسی لئے دونوں راہوں کو اختیار کر لیا یا پھر اپنی بے بصیرتی کی وجہ سے شک کی تنگنائے میں گرفتار ہیں۔ اور اپنی نجات کا کوئی راستہ سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے قیامت کی جواب دہی سے بچنے کے لئے دونوں مذہبوں کے پیشواؤں کی پیروی اختیار کر رکھی ہے۔ جیسے بعضے بھانڈ مسلمانوں سے روپئے اینٹھنے کے لالچ میں، تبدیل مذہب کر کے ہندو سے مسلمان ہو گئے ہیں مگر شاید عمر بھر کبھی کلمۂ طیبہ ان کی زبان پر آیا ہوگا۔ نماز، روزہ اور دوسری عبادتیں تو در کنار رہیں۔ اپنی برادری کے لوگوں کے سوا وہ کبھی مسلمانوں کے ساتھ کھانا بھی نہیں کھاتے۔ اور ہندو پیشواؤں کے سوا کسی کو اپنا رہبر نہیں مانتے۔ یادخوان (بھانڈ) وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا نسب نامہ یاد رکھتے ہیں، ہر فرقے کے اپنے یادخوان ہوتے ہیں۔ اس لئے ہر یادخوان صرف اسی فرقہ کا حسب نسب یاد رکھتا ہے جس سے وہ متعلق ہوتا ہے۔ دوسرے فرقے کے نسب کی اسے کچھ خبر نہیں ہوتی۔ اور کھتریوں میں یہ رسم ہے کہ لڑکے کی شادی کے موقع پر ایک وکیل، ایک یادخوان اور ایک مطرب (گویا) یہ تین شخص داماد کے باپ کی طرف اور لڑکی کے والد کی طرف سے جاتے ہیں اور اگر فریق ثانی نے ان اشخاص کی بات مان لی تو پھر وہاں سے بھی اسی طرح یہ تین اشخاص داماد کو دیکھنے آتے ہیں، اور ان تینوں آدمیوں کی بیویاں بھی ساتھ ہوتی ہیں جو ماں، بہن، پھوپھی، خالہ اور دولہا دولہن کی دوسری رشتہ دار عورتوں کو دیکھتی ہیں۔ شاید

اُن کے بزرگوں میں سے کسی نے اپنی خصوصیت کی وجہ سے یا کھتریوں سے تعلق کی بنا پر یا اپنے بنی اعمام میں سے کسی سے جھگڑا ہو جانے کے باعث حریف کا اپنے اوپر غلبہ دیکھ کر، یا انعام کی لالچ میں حاکم کے سامنے فریاد کی اور بظاہر اسلام سے مشرف ہو گیا تاکہ حریف پکڑا جائے اور خود دل جمعی کے ساتھ اپنی مراد حاصل کر لے۔ ہندوؤں کے عرف عام میں اس خصوصیات کو اصطلاحاً برت کہتے ہیں اب ان معنوں میں باوخواں فارسی لفظ ہے لیکن ہندوستانی اُسے "باوفروش" کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ بھی بونصر بدخشانی کے کلام میں پایا جاتا ہے جو کبھی ہندوستان نہیں آیا تھا۔ لہذا ہندی الاصل نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ یہ ایرانیوں کی زبان نہیں ہے۔ اگرچہ ثنویوں کا ذکر اس موقع پر نہیں آنا چاہیئے تھا جہاں ہندوؤں کے فرقوں اور اُن کے عقائد کا بیان ہو رہا ہے۔ چونکہ یہ فرقہ باطن میں کافر ہی مگر بظاہر مسلمان ہیں لیکن اُن کے کفر کی بنیادیں اتنی قوی ہیں کہ غافلوں کی تنبیہہ کے واسطے ان کا ذکر اسی ضمن میں کیا گیا۔ اس زمانے میں ہندوؤں کے اور بھی فرقے ایسے ہیں جو مسلمانوں کے رہن سہن اور خوراک اور پوشاک کو پسند کرتے ہیں اور اُن کی گفتگو سے متاثر ہو کر یا اہل اسلام کی شان و شوکت دیکھ کر متحیر ہو جاتے ہیں اور جوق در جوق صوفیوں کی اطاعت میں آجاتے ہیں۔ اُن میں بہت سے لوگ شیعوں کی حکومت ہونے کے باعث تشیع کی طرف جھکتے ہیں لیکن اس سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ یہ لوگ مسلمانوں کے کھانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ ہر روز غسل کرتے ہیں اور رسوم کفر ابھی تک ادا کر رہے ہیں۔ جب مریں گے تو اپنے موروثوں کی طرح آگ ہی میں جلائے جائیں گے۔ بہرحال کچھ بھی ہو ظاہر میں تو غنیمت ہیں۔

سکھوں کا بیان | کھتری لوگ ایک فرقہ سے ہزار فرقوں میں تقسیم ہو گئے ہیں اور ہر فرقے کا الگ نام ہے دوسری جماعت ان میں شریک نہیں ہو سکتی۔ اسی فرقے میں پنجاب کے کچھ لوگ بیدی کہلاتے ہیں۔ ان میں نانک چند یا نانک سنگھ نامی ایک کھتری زادے تھے۔ علم و ادب کے زیور سے آراستہ انھوں نے فارسی کتابوں سے بھی بخوبی استفادہ کیا تھا اور قدرے عربی بھی جانتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی اس قوم میں اس شخص کو خداداد شعور اور صلاحیت ملی تھی جس کی وجہ سے اُسے تمام کھتریوں کے لئے سرمایۂ نازش کہا جا سکتا ہے نانک نے جوانی میں ترکِ دنیا کر کے سیاحت اختیار کی اور عرب و عجم کے شہروں کا پیدل سفر کیا اور باتعصب

ہر مذہب و ملت کے صاحب ترک و تجرید درویشوں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جو جو بات جہاں بھی اچھی ملی اُسے حاصل کیا۔ اس نے اسلام اور کفر کو عقل کی ترازو میں تول کر ایک نیا مذہب ایجاد کیا اور خود ترکِ دنیا کے بعد وہ نانک شاہ کے لقب سے مشہور ہوئے اس لئے اب اُن کے پیروؤں کو نانک شاہی کہا جاتا ہے۔ اُن کے مُرید دو قسم کے ہیں۔ بعضوں نے ظاہر اور باطن میں دنیا کو ترک کر دیا ہے اور نانک شاہی حلقہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور بعضوں نے پیشے کی وجہ سے بظاہر دولت مندوں کی اطاعت ترک نہیں کی ہے مگر باطن میں فقر کی طرف مشغول رہتے ہیں۔ ان دونوں گروہوں میں جو خالصہ کے نام سے مشہور ہوئے، اُن کی ڈاڑھیاں اور سر کے بال لمبے ہوتے ہیں اور جو بظاہر ترک دنیا کئے ہوئے نہیں ہیں وہ نہ سر کے بال لمبے رکھتے ہیں نہ لمبی ڈاڑھی۔ اُنہیں خالصہ کہا جاتا ہے۔ چونکہ نانک شاہ خود حلوہ بہت کھاتے تھے۔ اس وجہ سے اُن کے مُریدوں کو بھی حلوہ بہت مرغوب تھا۔ حلوے سے مراد گاجر، کدو، بادام وغیرہ کے مختلف حلوے مراد نہیں بلکہ یہی سادہ حلوہ مراد ہے جو آٹے اور شکر اور گھی سے بنایا جاتا ہے۔ نانک کی وفات کے بعد اُن کی نیاز کے لئے بھی حلوہ ہی پکایا جاتا ہے۔ چنانچہ آج تک وہی رسم اُن کے مریدوں میں جاری ہے یا لفعل اُسی حلوے کو کڑاہ کہتے ہیں۔ کڑاہ اصل میں ایک بڑے کڑاؤ کے معنیٰ میں آتا ہے جس میں بہت زیادہ حلوہ پکایا جاتا ہے۔ یہاں ظرف بول کر مظروف مراد لیا جاتا ہے اور مجازاً کڑاہ حلوے کو کہنے لگے۔ آجکل بھی سکھ جب کسی سے جنگ کرتے ہیں تو صلح ہونے پر اُس سے نانک شاہ کی نذر کے لئے نقد روپیہ طلب کرتے ہیں۔

نانک شاہ نے اپنے کلام میں اکابر اسلام کے فضائل بیان کئے ہیں اور وہ اس بات کے مدعی ہیں کہ حضور سرور انبیاء کی پاک روح سے انھیں فیض پہونچا ہے۔ اُن کا کلام یا ملفوظات سبد کہلاتے ہیں۔ وہ ہندوستان کے بادشاہ ظہیر الدین محمد بابر کے ہم عصر تھے۔ اُن کے مرید عام طور سے سکھ اور پنجاب میں سنگھ کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ نانک شاہ کے سوا جو اُن کے مرشد تھے اور جنھیں ہندی میں گرو کہتے ہیں، ہندو مذہب کے کسی پیشوا کو نہیں مانتے، بلکہ اُن کو ہی اپنا خدا جانتے ہیں۔ اُن کے عقیدے کے مطابق اُن کے گرو کے ذکر کے سوا کسی بھی عبادت میں انھیں ثواب نہیں ملتا جس قدر بھی گوشت

اُن کے ہاتھ لگ جاتا ہے کھا جاتے ہیں۔ مگر گائے کا گوشت نہیں کھاتے۔ یہ لوگ سور کے گوشت سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔ مگر حقہ پینے والے کو اپنے لشکر سے نکال باہر کرتے ہیں بلکہ اُسے آزار پہنچاتے ہیں۔

اُن کی فوج میں بھی عورتیں بہت کم ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اُن کی اوقات اغلام پر ہے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ یہ سچ ہے یا جھوٹ۔ بہرحال دروغ برگردنِ راوی۔ یہ لوگ غسل کرنے اور برہنہ تن کھانا کھانے کی قیود سے بے خبر ہیں بلکہ جن کھتریوں اور برہمنوں نے اس مذہب کو اپنایا ہے وہ توے پر پکی ہوئی روٹی ایک دوسرے کے ہاتھ سے کھا لیتے ہیں۔ چاہے پکانے والا جاٹ یا کہار ہو۔ بلکہ سکھ کے سوا وہ لوگ کہار کے ہاتھ کی پکائی ہوئی روٹی اور چاول بھی کھا سکتے ہیں۔ مگر شاید کچھ لوگ احتیاط کرتے ہیں لیکن یہ باتیں شہر میں ہو سکتی ہیں۔ فوج میں یہ سب ممنوع ہے۔ اگر کوئی مسلمان بھی سر کے بال چھوڑ کر اُن کی فوج میں داخل ہو جائے تو یہ اُسے نہیں روکتے لیکن اُس کے ساتھ کوئی چیز نہیں کھاتے۔ بلکہ اگر اُس کا ہاتھ روٹی سے چھو جائے تو اُسے کھانے سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ یہی سلوک بھنگیوں کے ساتھ کرتے ہیں جو بول و براز اٹھاتا ہے۔ پنجابی کھتریوں میں سے ایک عزیز نے جو کہ خود نانک شاہ کا مرید ہے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اُن کی فوج میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ایک شخص آٹا گوندھ رہا تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ تمہارا تعلق کس قوم سے ہے تو اُس نے جواب دیا، میں قصور شہر کا افغان بچہ ہوں۔ تین سال ہوئے میں نے خود کو گرو کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ بہرحال یہ لوگ ہندو ہیں نہ مسلمان ہیں۔ خدا ہی جانتا ہے کہ کیا چیز ہیں۔ اُن کا سلام علیک "واہ گرو" ہے۔ گرو کا مطلب مرشد ہے اور واہ فارسی میں "زہے" کے مانند کلمۂ تحسین ہے۔ لیکن ہندوستان میں یہ لفظ اتنا زیادہ مروج ہو گیا ہے کہ اب ہندوستانی معلوم ہوتا ہے۔ سکھ علی الصبح جب چارپائی سے اٹھتے ہیں تو اسی لفظ سے زبان کھولتے ہیں اور حملہ کرتے وقت مخالف لشکر پر اکال اکال کہہ کر گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہیں اور دھاوا بولتے ہیں۔ اُن کے ہتھیار تیر، کمان، تلوار اور بندوق ہوتے ہیں۔ اکال شاید خدا کو کہتے ہیں۔ نانک کی زندگی میں اس فرقہ کے اعتقاد کی یہ حالت تھی کہ ایک دن شاہ نانک کے لڑکے نے جو اُن کے ترکِ دنیا سے پہلے

پیدا ہوا تھا، کسی شہر میں ایک طوطی دیکھا جو بڑی فصاحت سے بولتا تھا۔ اُسے وہ طوطی پسند آیا اور اس کے مالک سے قیمت دریافت کی .... طوطی کے مالک نے جواب تک نہ دیا۔ جو سکھ حاضر الوقت تھے انھوں نے مالک سے بہت منت سماجت کی تو اس نے بگڑ کر کہا کہ یہ طوطی میری جان ہے اور اس کی قیمت جان ہی ہو سکتی ہے۔ یہ بات سنتے ہی چند سکھوں نے تلواریں کھینچ کر اس کی طرف بڑھادیں اور اپنا سر جھکا دیا کہ ہمارا سر تن سے جدا کردو۔ اور یہ طوطی صاحبزادہ کے لئے دیدو۔ یہ حالت دیکھ کر صاحب طوطی نے بلا قیمت طوطی اُن کے حوالے کر دیا۔

دوسری حکایت یہ ہے کہ ایک دن اسی کم سن لڑکے نے تلوار کھینچ کر یہ چاہا کہ اس کی دھار کو آزمائے اس نے ایک سکھ کو اشارہ کیا کہ وہ سامنے آکر اپنی گردن اس کی تلوار کے نیچے کردے۔ یہ دیکھ کر تمام سکھوں نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ اور اُن میں سے ہر ایک اپنے قتل کی آرزو کرنے لگا۔ ہر چند سب کی خواہش یہی تھی لیکن اپنی مراد کو ایک بھی نہ پہونچا۔ شاید اس لڑکے کا مقصد بس اتنا ہی تھا کہ اُن کی عقیدت کا امتحان لے۔

اور اس جماعت کی یہ رسم ہے کہ اگر اُن کی فوج میں کوئی شخص تیر بھالے، تلوار یا تفنگ سے اتنا زخمی ہو جاتا ہے کہ اُس کا صحت یاب ہونا محال نظر آنے لگے تو کوچ کے وقت اس بیچارہ کو زندہ ہی آگ میں جلا دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی مسلمان اُن کے پھندے میں پھنس جاتا ہے تو اُس سے روپے اینٹھنے کے لئے شلاق کرتے ہیں (یعنی مختلف ایذائیں پہونچاتے ہیں) یہاں تک کہ وہ غریب اپنی تنگ دستی اور مفلسی کی وجہ سے جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اور پھر جو کچھ اُس کے منہ میں آتا ہے، کہتا ہے حتیٰ کہ گالیاں دینے لگتا ہے۔ اور جب یہ نوبت پہونچتی ہے تو یہ لوگ (سکھ) کہتے ہیں کہ اچھا "یہ شہادت چاہتا ہے!" اور پھر اُس کو نہیں مارتے۔

اُن کی یہ بھی عادت ہے کہ جب کسی شخص سے زر طلب کرتے ہیں تو پہلے طرف ثانی کے مقدور سے بہت زیادہ مقدار میں مطالبہ کرتے ہیں۔ جب طرف ثانی اپنی مفلسی کا اظہار کرتا ہے تو رقم گھٹا کر آدھا کر دیتے ہیں۔ وہ پھر عذر کرتا رہتا ہے اور یہ گھٹاتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک لاکھ

روپے سے نوبت ایک روپیہ تک پہنچ جاتی ہے۔

گورو گوبند سنگھ اور گورو بھگت بھگوان

خیر جب نانک شاہ نے دنیا سے کوچ کیا تو ایک مرید اُن کا جانشین ہوا۔ اسی طرح اُس سے گورو گوبند سنگھ تک جو دسویں اور آخری گرو ہیں، متعدد جانشین ہوتے رہے۔ ان میں سے ایک بھگت بھگوان بھی ہے۔ یہ ایک تاجر کا لڑکا تھا اور نانک شاہ کے ہندو اور مسلمان مرید اُسے اپنے مرشد کی خصوصی توجہات کا مرکز سمجھتے ہیں۔

کہتے ہیں جب وہ خلیفہ ہوا تو ہندو لوگ یعنی کھتری، جاٹ، اہیر اور کہار اس کا جھوٹا کھانا کھا لیتے تھے اور بعض پنجابی برہمن بھی۔ لیکن نانک شاہ کے بعد گرو گوبند سنگھ خلیفہ ہوئے۔ وہ اپنے مریدوں پر بادشاہوں کی طرح حکمرانی کرتے تھے اور تسخیر ممالک کا خیال بھی سر میں رکھتے تھے۔ اُن کا زمانہ شاہ عالم اول (پسر اورنگ زیب) کا عہد حکومت ہے۔ اس زمانے میں اُن کے مریدوں نے پنجاب کے شہروں میں پھیل کر بہت سے مقاموں سے بادشاہی ملازموں کو باہر نکال دیا تھا۔ اُن کے فتنے کی وجہ سے لاہور کے صوبہ دار کی نیند حرام ہو گئی تھی۔

بندا بیراگی

آخر بیراگی فرقے کا ایک شخص جس کا نام بندا تھا، پنجاب سے آیا اور گرو گوبند سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس نے ایک زمانے تک فقیری کے لباس میں زندگی بسر کی تھی اور کہن سال بیراگیوں سے ریاضت و عبادت کے طریقے سیکھے تھے۔ اور گرو گوبند سنگھ صاحب جاہ و حشم تھے، بندا کی لچھے دار باتوں کے پھیر میں آکر گرو گوبند سنگھ نے اس سے یہ معاہدہ کیا کہ بیراگیوں سے بندا نے جو کچھ نعمت باطنی حاصل کی ہے وہ گرو گوبند سنگھ کو تعلیم کر دے اور یہ تخت حکومت اُس کے سپرد کر کے تیرتھ استھان کی زیارت کے لئے سیاحت پر نکل جائیں۔ تمام سکھوں نے گرو کے ارشاد کے مطابق بندا کی اطاعت شروع کر دی جو کہ دراصل اُن کے گرو کی اطاعت کے مانند تھی۔ یہاں تک کہ بندا گداگری کی حالت سے نکل کر ایک ملک کا مالک بن بیٹھا۔ یعنی ٹھٹھہ، بھکر، ملتان اور نواح لاہور کے علاقوں پر اس نے تصرف حاصل کر لیا۔

گرو گوبند کی گرفتاری

اکبر آباد میں شاہی ملازموں نے گرو گوبند سنگھ کو گرفتار کر لیا اور شاہی حکم نافذ ہوا

کر اسے گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کردیا جائے۔ راستے میں کسی افغانی نے ان کا کام تمام کردیا۔

بندا بیراگی کی گرفتاری | بندا بیراگی نے فرخ سیر کے دورِ حکومت میں نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ تورانی سے جو خواجہ بادشاہ خاں صاحب کے نانا تھے، جنگ کی تھی۔ اس میں وہ گرفتار ہوا۔ نواب موصوف نے اس کو لوہے کے پنجرے میں بند کرکے بادشاہ کی خدمت میں بھیجدیا۔

ستھرا شاہی فرقہ | ستھرا نامی ایک کھتری بچہ گرو گوبند سنگھ کا مرید اور رانده اتھا۔ ستھرا شاہیوں کی جماعت جو ہندوستان کے شہروں میں گدائی کرتی ہے، اسی کے مرید ہیں۔ اس جماعت کے لوگ بہت زیادہ بے حیا، بے شرم، منہ پھٹ اور بیباک ہوتے ہیں۔ یہ اپنے چہرے پر کالک مل لیتے ہیں اور دو ڈنڈے ہاتھ میں لے کر بازار کی ہر دوکان کے سامنے انھیں بجاتے ہیں اور ساتھ ساتھ کچھ عامیانہ الفاظ بھی گاتے ہیں۔ یہ جو کچھ طلب کرتے ہیں اُسے وصول کئے بغیر نہیں ٹلتے۔ اب اس جماعت کے لوگوں کی تعداد بھی لاکھوں تک پہنچ گئی ہے۔ ستھرا کے بارے میں عجیب و غریب باتیں مشہور ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک دن وہ کسی ہندو کے گھر گیا اور رات وہیں بسر کی۔ صبح کو اس سے رخصت ہو کر اپنے گھر واپس ہوا۔ اتفاق سے اس ہندو کو اس دن کھانا اور پانی نصیب نہ ہوا۔ دوسرے دن اس ہندو نے یہ واقعہ شاہزادہ معظم شاہ پسر اورنگ زیب عالمگیر کی خدمت میں لکھ بھیجا۔ شہزادے نے ستھرا کو امتحان کے لئے طلب کیا اور رات کو اپنی خوابگاہ کے قریب کسی جگہ اُسے ٹھہرایا۔ صبح کو اپنی خدمت میں طلب کیا۔ وہ حکم کے مطابق حاضر ہوا۔ شہزادہ نے سب سے پہلے اس پر نظر ڈالی۔ اتفاق سے شہزادہ بھی تمام دن کدر رہا۔ شاید کسی بات پر غصہ میں آکر کھانا بھی نہیں کھایا۔ شام کو ستھرا پھر پیش ہوا، تو شہزادے نے اُسے شکنجے میں کسنے کا حکم دیا۔ کہتے ہیں کہ صبح کو شاہزادہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے وقت نیند کے غلبے کی وجہ سے ستھرا نے راستے میں آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔ جب شہزادہ کے قریب پہونچا تو اس نے آنکھیں کھولیں اور سب سے پہلے شاہزادے کی شکل پر اس کی نگاہ پڑی تھی۔ غالباً ستھرا کے سونے کی جگہ شاہی خوابگاہ سے بالکل قریب ہی تھی جو اس نے آنکھ بند کرکے اتنا راستہ طے کیا تھا۔ بہرحال جب شام کو شاہزادے نے ستھرا کے حاضر ہونے پر یہ حکم دیا کہ اسے ہاتھ پاؤں باندھ کر شکنجے میں جکڑ دیں، تو ستھرا

نے متحیر ہو کر اس کا سبب پوچھا۔ شہزادے نے جواب دیا کہ اس سے بڑا گناہ اور کیا ہوگا کہ جب سے میں نے تیرا منحوس چہرہ دیکھا ہے، اس وقت تک مجھے آب و دانہ نصیب نہیں ہوا ہے۔ ستھرا نے عرض کیا کہ میرا چہرہ بندگانِ حضور کے چہروں سے زیادہ منحوس تو نہیں ہے کیونکہ میں نے بھی آج سب چیزوں سے پہلے حضور کا مبارک چہرہ دیکھا تھا۔ میری صورت کا تو اتنا ہی اثر ہے کہ بندگانِ حضور اب کہیں کھانا نوش فرمائیں گے مگر صورتِ مبارک کا مجھ پر یہ اثر ہوا ہے کہ بے گناہ شکنجے میں جکڑا جا رہا ہوں، جو موت سے بھی بدتر ہے۔ اس پر شہزادے کو ہنسی آگئی۔ اور اُس نے ستھرا پر بہت مہربانی کی۔ اُس کا یہ طریقہ تھا کہ اُسے جہاں سے جو کچھ ملتا تھا، محتاجوں میں تقسیم کر دیتا تھا۔

شاہ جہان آباد میں عبدالحلیم نامی درویش

بعض راویوں سے یہ بھی سُنا گیا ہے کہ مشائخ صوفیہ میں سے ایک شخص شاہ جہان آباد میں وارد ہوا۔ انھیں حلم اور اخلاقِ پسندیدہ کی وجہ سے شہرت حاصل ہوئی۔ تو ستھرا اُن سے ملاقات کرنے گیا۔ دیر تک اُن کی خدمت میں حاضر رہا۔ چلتے وقت اُس نے درویش کا نام پوچھا۔ اُنھوں نے کہا میرا نام عبدالحلیم ہے۔ ستھرا نے ایک لمحہ تامل کے بعد پھر نام پوچھا تو درویش نے پھر وہی جواب دیا۔ ابھی ایک لمحہ بھی نہ گزرا تھا کہ ستھرا نے اپنے حافظہ کی کمزوری کا اظہار کیا اور معافی طلب کرتے ہوئے پھر نام دریافت کیا۔ اب درویش نے بد دماغ ہو کر کہا تمہارا عجیب حافظہ ہے دو بار بتا چکا ہوں، عبدالحلیم، عبدالحلیم، پھر بھی تمہیں یاد نہیں رہتا۔ اب میں وہ دماغ کہاں سے لاؤں کہ اپنے نام کی تجھے تعلیم دوں۔ ستھرا نے کہا اگر حضور کا نام ہلاکو شاہ ہو تو نہایت مناسب تھا "شاہ عبدالحلیم" کو بھلا ایسے اخلاق سے کیا واسطہ۔ یہ سُن کر حاضرین قہقہہ لگانے لگے۔

بیراگیان

بیراگیوں کا مذہب بالکل نیا ہے۔ ان کا لقب بیشنو ہے۔ اور یہ دو شاخوں میں منقسم ہیں۔ ایک فرقہ رام کا پجاری ہے۔ دوسرا کنھیا کا۔ دونوں فرقوں کے لوگ جب آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے پر اپنی ترجیح ثابت کرتا ہے۔ رام کے پوجنے والے کنھیا کے پجاریوں سے کہتے ہیں کہ تم لوگوں پر افسوس ہے کہ تم ایک ایسے شخص کی محبت میں اپنا وقت ضائع کرتے ہو جو زانی تھا اور جس نے ہزار ہا بندگانِ خدا کی بہو بیٹیوں کو خراب کرنے میں صرف کی اور پھر اپنے کردار سے تم منفعل بھی نہیں ہوتے

وہ لوگ جواب دیتے ہیں کہ تمہاری عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں کہ تم ایک ایسے نامرد کے پیچھے چلتے ہو جو ایک عورت کے فرائض سے بھی عہدہ برآ نہ ہو سکا۔

بہرحال اب اس فرقے کے لوگ جوق جوق ہندوستان کے شہروں اور خاص طور سے تیرتھ استھانوں پر مل جاتے ہیں۔ بتوں کی پرستش کرنا، گانا بجانا، دیوتاؤں کے سامنے رقص کرنا اور اپنے معتقدوں کی عورتوں اور لڑکیوں سے بدفعلی اور خوبصورت بچوں سے لواطت، یہ ان کا مشغلہ ہے۔ دیکھنے میں تو یہ سب لوگ لکڑی کے دانوں کی مالا گلے میں، ماتھے پر قشقہ، سینے پر صندل لگاتے ہیں اور عورت کو خواہ وہ بوڑھی ہو جوان، یا ان کی بیٹی ہو، ماتا کہہ کر پکارتے ہیں۔ اور لباس میں فقط ایک کمبل پر قناعت کرتے ہیں۔ کھانا بھی رسمی ہوتا ہے۔ مگر خلوت میں جو کچھ ہاتھ آجاتا ہے، کھا لیتے ہیں۔ اور خوبصورت اَمردوں اور عورتوں سے اختلاط کرتے ہیں۔

سناسیوں اور بیراگیوں کی آپسی دشمنی

سناسیوں اور ان کے فرقوں والوں میں جانی دشمنی ہے۔ اگر کہیں دو تین ہزار بیراگی اور اتنے ہی سنیاسی جمع ہو جائیں تو ممکن ہی نہیں کہ کشت و خون نہ ہو۔ کنبھا کے گھاٹ پر جو ہردوار کے نام سے مشہور ہے۔ لاکھوں بیراگی اور سنیاسی جمع ہو جاتے ہیں۔ گذشتہ زمانہ میں اس میدان کی زمین ان دونوں کے خون سے رشک لالہ زار ہو جاتی تھی۔ مگر اب صاحبان عالی شان انگریز بہادر کے نظم و نسق کی وجہ سے یہ لوگ سر نہیں اٹھا سکتے۔ دونوں فرقے ایک دوسرے کو دیکھ کر خون کا گھونٹ سا پی جاتے ہیں مگر افسروں کی داروگیر کے خوف سے کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ رعب خداداد ہے۔ ورنہ اتنی بڑی جماعت سے کسی قدیم عادت کا چھڑا دینا محالات میں سے تھا۔

(باقی)

رہنمائے قرآن

اسلام اور پیغمبر اسلام صلعم کے پیغام کی صداقت کو سمجھنے کے لئے اپنے انداز کی یہ بالکل جدید کتاب ہے جو خاص طور پر غیر مسلم یورپین اور انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب کیلئے لکھی گئی ہے جدید ایڈیشن قیمت ایک روپیہ۔ منیجر مکتبہ برہان دہلی